مولانا رئیس احمد جعفری

الامالی للیزیدی کے نوادر و خواطر

ابو عبداللہ محمد بن عباس بن محمد یزیدی خاندان عدویہ یزیدیہ کے گلِ سرسبد تھے۔ ان کے جدِ امجد محمد یحییٰ بن مبارک بن مغیرہ عدوی بصری یزیدی اور ان کی اولاد و احفاد کے حالات و سوانح ابن ندیم کی "الفہرست"، خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد، ابو الفرج اصبہانی کی کتاب الاغانی، اور ابن خلکان کی وفیات الاعیان میں مذکور اور انساب السمعانی، اور بغیۃ الوعاۃ للسیوطی میں بھی ان کے جستہ جستہ حالات ملتے ہیں۔

ابو عبداللہ محمد بن عباس بن محمد بن ابو محمد یحییٰ بن مبارک بن مغیرہ عدوی یزیدی کے مشہور اور یگانہ مصنفات میں ان کی کتاب "الامالی" کا شمار ہوتا ہے، یہ کتاب علم و ادب، زبان و بیان، امثال و محاورات، طرائف و ظرائف قصص و اخبار، اور مراثی و مدح سے متعلق قصائد پر مشتمل ہے۔ حکایات غریبہ اور ظرائف عجیبہ کا یہ گنجینہ ہے۔ دولت عباسیہ کی پیشانی پر مہرو ماہ کی طرح خاندان یزیدیہ کی ذہانت و طباعی کے آثار و نقوش چمکتے رہے تھے۔

خاندانِ عدوی یزیدی کا قابل فخر فرد "الامالی" کا مصنف ابو عبداللہ محمد بن عباس تھا۔ نحو و ادب کا امام، ادب نقل نوادر، اور کلام عرب کا ماہر، اخبار و آداب کا راوی ثقہ۔ ابو الفرج اصبہانی نے اپنی کتاب الاغانی میں لکھا ہے: "اس ذات گرامی سے ہم نے اور طالبان علم و فن نے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ ابو عبداللہ کا انتقال جمادی الآخر ۳۱۰ھ میں اور ایک روایت کے مطابق ۳۱۲ھ میں ہوا۔

ابو عبداللہ کی کتب ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

(۱) کتاب الخیل (۲) کتاب مناقب بنی عباس

(۳) کتاب اخبار الیزیدیین (۴) مختصر فی النحو

(۵) کتاب الامالی

ملا چلپی نے اپنی کتاب "کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" (ج ۱، ص ۱۴۷) میں لکھا ہے:

"امالی، املا کی جمع ہے، صورت یہ ہوتی تھی کہ عالم اپنی مسند پر بیٹھ جاتا تھا۔ اس کے گرد شاگردان باتمیز

قلم دوات کاغذ لے کر حلقے کی صورت میں بیٹھتے تھے۔ اب وہ عالم بولنا شروع کرتا تھا اور یہ شاگرد لکھتے جاتے تھے۔ اس طرح رفتہ رفتہ ایک کتاب بن جاتی تھی جسے "املا" یا "الامالی" کے نام سے یاد کرتے تھے۔ سلف میں فقہاء، محدثین اور اصحاب علم و فضل کا یہی دستور تھا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ امالی کا اطلاق ہر اس کتاب پر کیا جاسکتا ہے جو کسی بھی علم و فن پر، اصحاب علم و فضل میں سے کسی نے املا کرائی ہو۔

امالی کا پیش نظر نادر و نایاب نسخہ عاشر آفندی کے کتب خانے واقع قسطنطنیہ (نمبر۹۰۴) سے دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن نے حاصل کر کے شائع کیا تھا، ذیل کے لطائف و نوادر اسی سے ماخوذ ہیں۔

— ۱ —

ابوالحسن مدائنی کی روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متمم بن نویرہ یربوعی سے فرمایا،

"مجھے اپنا وہ مرثیہ سناؤ جو تم نے اپنے بھائی مالک کے لیے کہا تھا۔"

یہ مرثیہ عربی زبان کی تاریخ مراثی میں اپنی مثال آپ ہے، حد درجہ اثر آفریں۔

متمم نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے اپنا مرثیہ حضرت عمر کو سنایا۔ حضرت عمر کا یہ حال تھا کہ سنتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ مسلسل آنسوؤں کی تراوش ہو رہی تھی۔

مرثیہ سن چکنے کے بعد حضرت عمر نے شاعر سے فرمایا:

"اگر میں تم سے استدعا کروں تو کیا تم میرے بھائی زید کے لیے بھی ایسا ہی بلکہ اس سے کچھ بڑھ کر مرثیہ کہہ سکتے ہو؟"

متمم نے حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد سن کر عرض کیا:

"امیرالمومنین آپ کے بھائی کی موت اس حالت میں واقع ہوئی کہ وہ مومن تھا، اور میرا بھائی اس حالت میں مرا کہ مرتد تھا۔"

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"میرے بھائی کی اتنی اچھی تعزیت تم سے پہلے کسی نے نہیں کی تھی۔"

— ۲ —

ابوجعفر، ابوتوبہ میمون بن حفص مشہور نحوی سے روایت کرتے ہیں:

"ایک روز ہم شام کے ایک نزہت افزا مقام پر، یزید بن عبدالملک کی مجلس میں حاضر تھے، سامنے کچھ پتھر پڑے ہوئے تھے وہ انھیں الٹ پلٹ رہا تھا کہ ایک پتھر کے نیچے سے ایک ورق برآمد ہوا، جس کی تحریر پڑھنے میں نہیں آتی تھی۔ یزید نے وہ ورق وہب بن منبہؒ کی طرف بڑھایا اور ان سے فرمائش کی کہ اس تحریر کا ماحصل بتائیں۔ انھوں نے اس پر ایک نظر ڈالی اور کہا اس میں لکھا ہے:

"اے ابن آدم اگر تجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تیری زندگی کتنی (کم) باقی رہ گئی ہے تو، دنیا سے تیرا دل اچاٹ ہو جائے گا۔ آرزوؤں کی فہرست مختصر ہو جائے گی، حرص اور طمع نابود ہو جائے گی۔ چالاکی اور حیلے بازی کا نشان بھی نہیں رہے گا، اور تو حسن عمل کی طرف مائل ہو جائے گا۔ اپنے ندیموں اور دوستوں کو بھی تیری تلقین یہی ہو گی کہ سچائی کے راستے سے پاؤں ڈگمگانے نہ پائیں۔ اپنے عزیزوں اور رشتے داروں اور فرزندوزن کی سلامتی بھی تجھے اسی میں نظر آئے گی کہ نہ وہ کوئی غلط قدم اٹھائیں نہ تو ان کے لیے کوئی ناروا اقدام کرے، خواہ تیرے دوست بچھڑ کیوں نہ جائیں اور ساتھی پیمان رفاقت کیوں نہ توڑ دیں۔ ایک مرتبہ اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد پھر تو اپنے اہل و عیال میں واپس نہیں آسکتا۔ عمل کی مہلت اگر ختم ہو گئی پھر تیرے کیے کچھ بھی نہ بن پڑے گا۔ پس یوم قیامت اور روز محشر کے لیے جو کچھ زیادہ سے زیادہ کر سکتا ہے کر ڈال، قبل ازیں کہ حسرت و ندامت کے سوا تیرے پاس کچھ نہ رہ جائے۔

—— ۳ ——

ابن الاعرابی کی روایت ہے کہ عامر بن طفیل کا جب انتقال ہوا تو اس کی قبر کے گرد اگرد ایک بہت بڑا حاطہ کھینچ دیا گیا، جہاں نہ کسی کو دفن کیا جا سکتا تھا نہ پھلواری لگائی جا سکتی تھی۔ کچھ عرصے کے بعد اس کا ابن عم جبار بن سلمٰی بن مالک آیا۔ اس نے پوچھا:

"تم نے ابوعلی (عامر) کو کہاں دفن کیا ہے؟"

لوگوں نے اسے عامر کی قبر کے پاس لے جا کر کھڑا کر دیا، اس نے کہا:

"نادانو! یہ تم نے کیا کیا؟ تم نے اس شخص کی قبر کے گرد اگرد حاطہ کھینچ کر، اسے ایک تنگنائے میں محصور کر دیا اور بھول گئے کہ یہ وہ شخص ہے کہ ستارے راستہ بھٹک سکتے تھے مگر یہ گم کردہ راہ نہیں ہو سکتا تھا، اونٹ پیاس سے بے تاب ہو کر بلبلا سکتے تھے، مگر اس کی تشنہ لبی کوئی نہیں محسوس کر سکتا تھا۔ سمندر بخل کر سکتا تھا، مگر اس کے جود و عطا کی روانی میں فرق نہیں آسکتا تھا۔"

— ۴ —

ابو جعفر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عبد الملک بن مروان کو چھینک آئی، درباریوں نے حسب معمول "یرحمک اللہ" کہا، اس کے جواب میں عبد الملک نے کہا،

"اللہ تعالیٰ تمھیں راہِ صواب پر گامزن رکھے، تمھارے حالات سدھار دے، اور تمھیں فردوس بریں میں داخل کرے۔"

شدہ شدہ یہ خبر حجاج کو پہنچی اس نے ایک عریضہ لکھا اور اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کیا:

"کاش ایسے موقع پر میں بھی موجود ہوتا کہ "یرحمک اللہ" کہنے والوں کے لیے جو کلمات خیر آپ نے ارشاد فرمائے ہیں، ان میں یہ ناچیز بھی شریک ہو جاتا۔ ایسا ہوتا تو کتنی بڑی سعادت اور فوزِ عظیم میرے حصے میں آجاتی۔"

— ۵ —

خالد بن صبیح کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابو مسلم خولانی معاویہ کے دربار میں آئے جب کہ وہ مسند خلافت پر متمکن ہو چکے تھے۔

ابو مسلم خولانی نے معاویہ سے پوچھا:

"اے شخص تیرا نام کیا ہے؟" معاویہ نے جواب دیا:

"ابو سفیان کا بیٹا معاویہ"

ابو مسلم خولانی نے یہ سن کر کہا،

"ایک دن تو فنا ہو جانے والا اور قبر کا لقمہ بن جانے والا ہے، اگر اپنے ساتھ کوئی توشۂ خیر لے گیا تو وہ کام آئے گا اور اگر خالی ہاتھ گیا تو وائے بر حال تیرا، اور ہاں اے معاویہ اس بات کو یاد رکھ، اور کبھی فراموش نہ کر کہ اگر دریا کا منبع اور مخرج پاک اور طاہر ہے تو پھر ہمیں اس کی پروا نہیں ہوتی کہ دریا میں خس و خاشاک بھی موجود ہے۔"

ابو مسلم خولانی نے معاویہ سے یہ باتیں کیں اور جواب میں کچھ سنے بغیر چلے گئے۔

— ۶ —

حسن بن ذکوان سے مروی ہے کہ ابو مسلم خولانی نے ایک مرتبہ فرمایا:

"علماء اور عوام کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان اور ستارے، کہ وہ ظاہر ہو جاتے ہیں تو راستہ گم نہیں ہوتا، اور وہ چھپ جاتے ہیں تو سرگشتگی اور حیرانی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔"

— ۷ —

ابو حرب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ ابو جعفر منصور نے اعمش کو اپنے حضور میں طلب کیا، جب وہ آئے تو سوال کیا:

"ابو محمد کوئی حاجت ہو تو بیان کرو، ابھی پوری ہو جائے گی"

اعمش نے امیر المومنین کو جواب دیا:

"جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے مجھے آپ سے کچھ نہیں چاہیے، لیکن آپ دیکھ رہے ہیں عوام پر غربت و فلاکت، اور فقر و فاقے کی کیا کیفیت گزر رہی ہے، ان لوگوں کے اس حال زار پر خدا سے ڈریے کہ اس کے سامنے جواب وہی کرنا پڑے گی۔"

یہ وہ زمانہ تھا کہ زبردست قحط پڑا ہوا تھا، اور لوگ ایک مٹھی بھر اناج کے عوض قیمتی سے قیمتی چیزیں دے ڈالتے تھے۔

— ۸ —

یحییٰ ابن سلیم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں خلیفہ ابو جعفر منصور کی مجلس میں حاضر تھا، اس کا بھتیجا ابراہیم بن یحییٰ بن محمد بھی موجود تھا۔ اتنے میں دستر خوان بچھا، اور کھانے لا کر چن دیے گئے۔ کھاتے کھاتے ابراہیم نے ایک لقمہ اٹھایا، اور منہ میں رکھنے کے بجائے اسے الگ ایک خالی پلیٹ میں رکھ دیا۔

ابو جعفر نے یہ دیکھ کر اپنے بھتیجے سے سوال کیا:

"کیا بات ہوئی بیٹے، یہ لقمہ تم نے الگ کیوں رکھ دیا؟"

ابراہیم نے جواب میں عرض کیا:

"امیر المومنین اس لقمے میں بال تھا، اس لیے کھاتے ہوئے طبیعت میں تکدر پیدا ہوا، اور میں نے اسے الگ رکھ دیا۔"

امیر المومنین نے وہ لقمہ اٹھایا، اس میں سے بال نکال کر پھینکا اور منہ میں رکھ لیا اور فرمایا:

"بس اتنا کافی ہے کہ جو خراب چیز تھی اسے میں نے نکال کر پھینک دیا۔"

— ۹ —

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ:

"دنیا اسی کا گھر ہے جس کا گھر ہے، اور مال اسی کے پاس ہے جس کے پاس زر ہے، اور جو دنیا اور مال کے پیچھے سرگرداں پھرتا ہے وہ عقل سے خالی اور فہم سے عاری ہے۔"

—— ۱۰ ——

ابو داؤد روایت کرتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری کو کہتے ہوئے سنا:

"گھر بنانے کے لیے ساری زندگی میں نے ایک درہم بھی خرچ نہیں کیا۔"

—— ۱۱ ——

ابو حرب سے مروی ہے کہ میں نے حضرت سفیان ثوری کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"اگر احمق نہ ہوتے تو یہ دنیا ویرانہ ہو جاتی۔"

—— ۱۲ ——

جریر بن حازم نے حسن بن ابی الحسن سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب کے ہاں باریابی کے انتظار میں ایک طرف بلال حبشی، اور صہیب رومی اور دوسرے آشفتہ حال اور بے نوا لوگ بیٹھے تھے جنھوں نے بدر کی جنگ میں حصہ لیا تھا، دوسری طرف ابوسفیان بن حرب، اور سہیل بن عمرو، اور حارث بن ہشام وغیرہ جلیل القدر، اور ارباب ثروت اصحاب بیٹھے تھے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ کا دربان آیا اور بلال و صہیب اور ان کے ساتھیوں کو بارگاہِ خلافت میں لے گیا۔

یہ دیکھ کر ابوسفیان تلملا اٹھے اور بے ساختہ کہنے لگے:

"خدا کی قسم آج کی سی (ذلت) میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ان غلاموں کو تو اذن باریابی مل جائے اور ہم بیٹھے کے بیٹھے رہ جائیں، ہماری بات بھی نہ پوچھی جائے۔"

یہ سن کر سہیل بن عمرو نے کہ مردِ عاقل و دانا تھا کہا:

"خدا کی قسم تمھارے غم و غصہ کی لہر میں بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں، لیکن کسی اور کے بجائے غصہ خود اپنے اوپر کرو، اسلام کی پکار پر جنھوں نے سب سے پہلے لبیک کہا، اُن سے وہ لوگ کیسے بازی لے جا سکتے ہیں جو پس رو تھے۔"

ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں تقریباً یہی قصہ لکھا ہے، البتہ اس میں اتنا اضافہ ہے کہ:

"دوستو! یہ لوگ جو باریاب ہوئے اسلام میں تم پر سبقت رکھتے ہیں تم ان کی برابری نہیں کر سکتے،

نہ ان پر سبقت سے جا سکتے ہو۔ ہاں ایک موقعہ ہے جہاد کرو، ممکن ہے خدا تمھیں شہادت کے مرتبے پر فائز کر دے۔"
"پھر سہیل بن عمرو نے جو کہا تھا وہ کر دکھایا، یعنی جہاد کے میدان میں پہنچ گئے۔"

— ۱۳ —

داؤد بن ابی ہند نے شعبی سے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ کو، جب وہ کوفہ میں تھے لکھا کہ اپنے شہر (کوفہ) کے شعراء سے وہ کلام سنو جو انھوں نے عہد اسلام میں موزوں کیا ہو۔

مغیرہ نے سب سے پہلے اغلب عجلی کو طلب کیا، اور اس سے کلام سنانے کی فرمائش کی۔ اس نے کہا:

"حاضر ہوں، قصیدہ پیش خدمت کروں یا رجز؟"

پھر مغیرہ نے لبید بن ربیعہ کو بلایا اور یہی فرمائش کی۔ لبید نے کہا:

"کیا عہد جاہلیت کا کلام سناؤں جو فراموش کر چکا ہوں؟"

مغیرہ نے کہا: "نہیں وہ اشعار سناؤ جو تم نے عہد جاہلیت (قبل از اسلام) میں نہیں بلکہ اسلام قبول کرنے کے بعد کہے ہوں۔"

یہ سن کر لبید اپنے گھر گیا اور ایک ورق پر سورۂ بقر کی آیتیں لکھیں اور واپس آکر کہا:

"کیا اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ مجھ سے شعر کہلوا سکتا ہے؟"

مغیرہ نے یہ ساری کیفیت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھ دی۔ انھوں نے اغلب کے وظیفے میں پانچ سو درہم کم کر دیے، اور لبید کے وظیفے میں پانچ سو درہم کا اضافہ کر دیا۔ اغلب حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے کہا:

"امیر المومنین آپ نے میرا وظیفہ کیوں کم کر دیا حالانکہ اسلام کے احکام و قوانین کا میں دل سے مطیع ہوں؟"

حضرت عمرؓ نے اس کے پانچ سو درہم بحال کر دیے، اور لبید کا وظیفہ ڈھائی ہزار درہم کر دیا۔"

— ۱۴ —

بعض مشائخ نے روایت کیا ہے کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب صلوات اللہ علیہ نے ایک مرتبہ دوران گفتگو میں چار بہترین خصلتوں کی طرف رہنمائی فرمائی:

(۱) دامن اگر جرم سے پاک ہے تو خوف و دہشت کیسی؟

(۲) اگر کوئی بات نہیں معلوم ہے تو یہ کہہ دینے میں کہ میں اس سے ناواقف ہوں شرم کیوں؟
(۳) کسی سے کچھ سیکھنے میں تکبر اور نخوت کیوں حائل ہو؟
(۴) خدا کے سوا کسی سے لو کیوں لگائی جائے؟

— ۱۵ —

عینیہ ابن عبد الرحمٰن بن جوشن غطفانی نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک انصاری نے مرتے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کی:
(۱) اللہ سے ڈرتے رہو۔
(۲) کوشش کرو کہ تمھارا آج کل سے اور آنے والا کل آج سے بہتر ہو۔
(۳) خبردار طمع کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دینا۔
(۴) خبردار مایوسی کے شکار نہ بن جانا۔
(۵) اور ہاں نماز اس طرح (خضوع و خشوع) سے پڑھو جیسے یہ تمھاری آخری نماز ہے۔

— ۱۶ —

زبیر بن بکار نے روایت کی ہے کہ ایک اہل نفس و عقل نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:
(۱) کسی شخص کو دشمن نہ بناؤ، اگرچہ تمھارے نزدیک وہ کسی طرح کا نقصان پہنچانے کی اہلیت نہ رکھتا ہو۔
(۲) کسی کی دوستی قبول کرنے سے انکار نہ کرو، اگرچہ تمھارے نزدیک وہ کسی طرح کا نفع پہنچانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔
(۳) کوئی معذرت خواہ ہو کر حاضر ہو، تو اس کی معذرت قبول کرنے میں دیر نہ لگاؤ، اگرچہ تمھارے نزدیک وہ کاذب اور دروغ گو کیوں نہ ہو۔
(۴) لوگوں کے ساتھ اخلاق اور لطف و کرم کا برتاؤ کرو۔